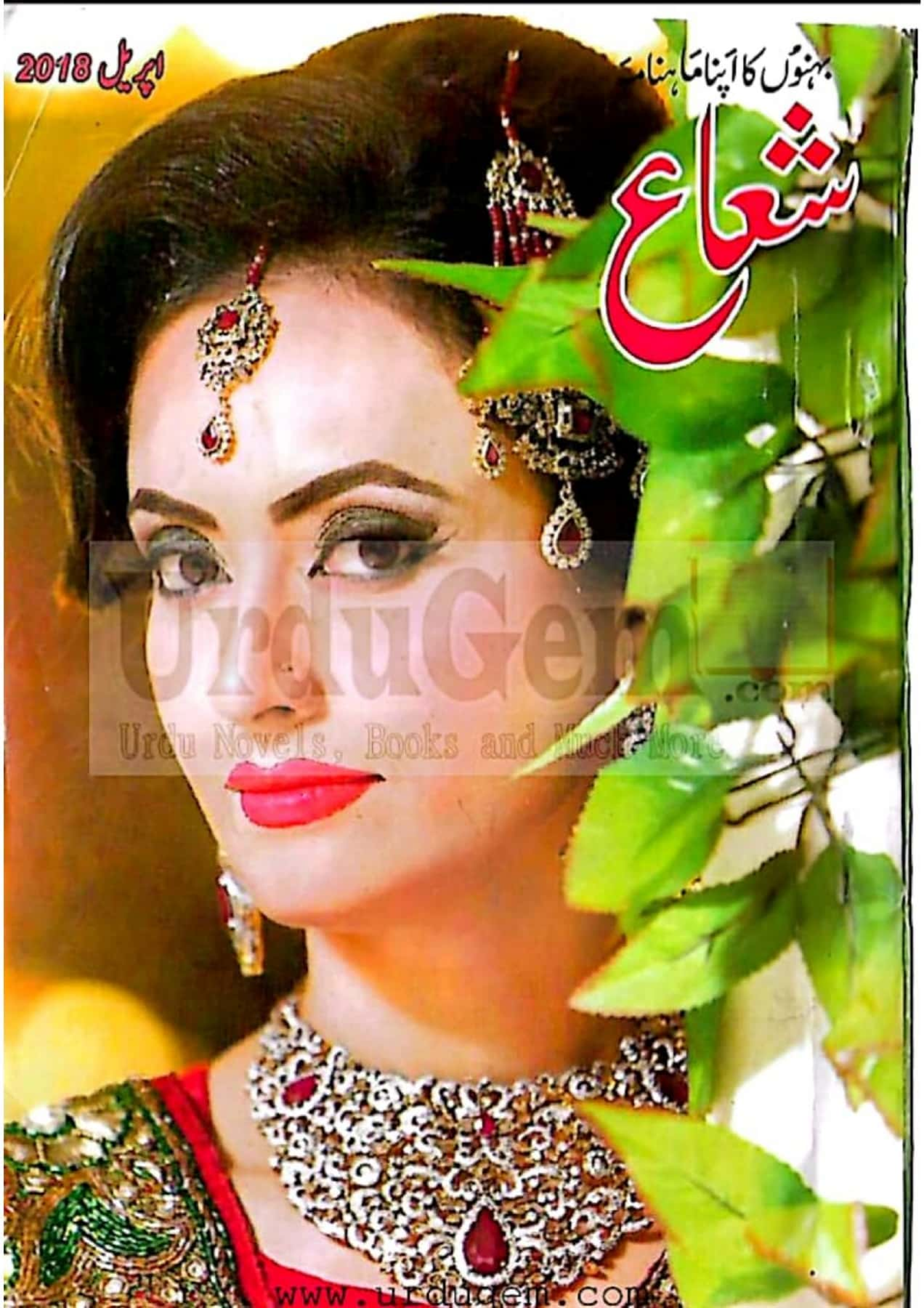

UrduGem.com
Urdu Novels, Books and Much More
www.urdugem.com

عتیقہ ایوب

تیری راہ میں تیری چاہ میں

digest novels lovers group ❤️❤️

"میری زندگی کے مالک، میرے دل پہ ہاتھ رکھ دے۔"

کمرے میں داخل ہوتے ہی دھیمے سروں میں بجتا میوزک اس کے کانوں سے ٹکرایا۔

"تیرے آنے کی خوشی میں...... میرا دم نکل نہ جائے۔"

وہ حیران ہوئے بغیر سوئچ بورڈ کی طرف بڑھی اور لائٹ جلا دی۔ روشنی ہوتے ہی اس کی نظر بیڈ پر

ناولٹ

لیٹے وجود پر پڑی تھی۔ روشنی کے باوجود اس کے وجود میں کوئی حرکت نہیں ہوئی تھی، وہ ویسے ہی بازو آنکھوں پہ رکھ کے لیٹا ہوا تھا۔ وہ آہستہ سے آگے بڑھی اور سائڈ ٹیبل پر رکھا ٹیپ ریکارڈر بند کر دیا۔ وہ ابھی بھی ساکت تھا۔ مطلب وہ واقعی سو گیا تھا اور وہ جو کھانے کے لیے اسے بلانے آئی تھی، آہستہ سے چلتے ہوئے اس کے پیروں میں آ بیٹھی اور بہت احتیاط سے اس کے جوتے اتارنے لگی۔ تھکاوٹ کی وجہ سے وہ شاید ستانے کے لیے لیٹا تھا، جوتوں سمیت، لیکن اب نیند کی وادیوں میں جا چکا تھا۔ جوتے اتار کے اس نے ایک طرف رکھے، تکیہ درست کیا اور پھر کمبل اڑھانے لگی تو ٹھٹک گئی۔

گردن پر چمکتا براؤن تل...... وہ جب بھی اسے دیکھتی تھی ایسے ہی ٹھٹکتی تھی۔ عجیب سے انداز میں وہ اسے اپنی طرف کھینچتا تھا، ایک ٹھنڈی سانس بھر کے اس نے کمبل اس پر اچھی طرح ڈالا اور بے بسی سے دوبارہ اس کے چہرے کو دیکھا جس پر بھی آنکھیں اس نے بازو رکھ کے چھپائی ہوئی تھیں۔ گویا نیند میں بھی کسی کو اجازت نہیں تھی کہ وہ ان آنکھوں کو پڑھے، ٹھیک ہی تو کرتا تھا وہ، کوئی جو اِن کو پڑھ لے تو بس پھر ساری عمر اسی کتاب کو پڑھنے میں لگا دے اور کہیں کا نہ رہے......

"زینب!" باہر سے آتی آواز پر وہ جو یک ٹک ہمیشہ کی طرح سب کچھ بھلائے اس کو دیکھ رہی تھی ہوش میں آئی اور ٹھنڈی سانس بھر کے لائٹ بجھا کر

gem.com

www.urd

دروازہ بند کرتی باہر آ گئی۔

''بھائی نہیں آئے؟'' عائشہ نے رائنہ دسترخوان پر رکھتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

''وہ سو گئے ہیں۔'' اس نے مختصر جواب دیا اور برتن سیٹ کرنے لگی۔

''ہائے ہائے، کھانا کھائے بغیر ہی سو گیا میرا بیٹا!'' اماں بھی سُن کر تسبیح ہاتھ میں پکڑے باہر آ گئی تھیں۔

''مجال ہے جو اس گھر میں کبھی اس کے آنے سے پہلے بنا ہو کھانا، بچہ تھکا ہوا آتا ہے ویسے ہی سو جاتا ہے۔ بس کل سے میں خود ہی پکا لیا کروں گی روٹی، ابھی اتنی ہمت ہے مجھ میں...... لو بتاؤ بھلا، دن بھر کا بھوکا پیاسا......''

وہ بڑبڑاتے ہوئے ''بچے'' کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں جب کہ وہ دونوں مسکراہٹ دباتی باقی کے لوازمات دسترخوان پر سجانے لگیں۔ جانتی تھیں اماں ابھی واپس آ جائیں گی، وہ بھی صرف ان کے سامنے ہی بول سکتی تھیں، اپنے پیارے بیٹے کے غصے سے وہ بھی خائف ہی رہتی تھیں لیکن ماں تھیں اس لیے دیکھے بغیر سکون سے بیٹھ بھی نہیں سکتی تھیں۔

☆❁☆

صاف ستھرے کھلے صحن میں نفاست سے سجے پودے، برآمدے میں رکھے تخت پر بیٹھی اماں اور صحن سے چھن چھن کر آتی سردیوں کی نرم دھوپ...... اسے عجیب سا سکون اپنی روح کے اندر اترتا محسوس ہوا۔ وہ وہیں اماں کے پاس تخت پر آ کر بیٹھ گیا، اماں نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور اسے دیکھا۔

''میرا بیٹا......!'' وہ کھل اٹھی تھیں، ساتھ ہی کچھ پڑھ کر اس پر پھونکا۔

وہ مسکراتا ہوا موبائل نکال کے دیکھنے لگا، چار ہزار—— واٹس ایپ میسجز دیکھ کر اس کی مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔

''حد ہو گئی، فارغ ہی ہیں لوگ بھی۔'' اس نے جھنجلا کر موبائل ویسے ہی سائڈ پر رکھ دیا اور نیم دراز۔ ہو کر دھوپ کے ساتھ ساتھ اماں کی اندر سے آتی آواز سننے لگا جو اٹھ کر اندر چلی گئی تھیں اور اب اندر بھونچال آیا ہوا تھا۔

''ارے میں کہتی ہوں کسی کو کوئی خیال ہے بھی یا نہیں...... ناشتے کی راہ دیکھ رہا ہے وہ بیٹھا۔ ان کو ڈراموں سے فرصت نہیں۔'' اماں ان کے سر ہو گئی تھیں۔

''اللہ اللہ آنٹی...... بیٹھ جائیں ادھر۔'' زینب نے بوکھلا کر انہیں صوفے پر بٹھایا۔

''پراں ہٹ۔'' انہوں نے ہاتھ جھٹکا۔ ''مجھے کچن میں جانے دے، میں خود ہی بنا لوں گی ناشتا۔'' وہ بچوں کی طرح روٹھ کے بیٹھ گئی تھیں۔

''اماں! بس بھی کریں، بھائی چھٹی والے دن ویسے ہی لیٹ ہی کرتے ہیں ناشتا۔ آج پتا نہیں کیسے جلدی اٹھ گئے۔'' عائشہ نے فیڈر حرم کے منہ میں ڈالتے ہوئے جھنجلا کر کہا۔

''ریلیکس ہو جائیں آنٹی! میں بس جا ہی رہی تھی ناشتا بنانے۔'' زینب نے پھر سے انہیں رام کرنا چاہا۔

''ارے اچھی دلہن ہو تم بھی...... نہ کہیں سے لگتی ہو نہ کچھ اور...... نہ چوڑی نہ بالی۔'' ان کی نظر اب زینب کے ہاتھوں پر۔ گئی تھی جو اس نے انہیں مطمئن کرنے کے لیے ان کے کندھے پر رکھے تھے۔ ان کے ٹوکنے پر اس نے گڑبڑا کے ہاتھ پیچھے کیے اور مدد طلب نظروں سے عائشہ کو دیکھا۔

''اماں...... میری پیاری اماں...... حرم بہت مشکل سے سوئی ہے پلیز، بس کریں۔'' اس نے اب لاڈ سے ماں کو کہہ کے ان کا دھیان ہٹانے کی کوشش کی مگر وہ بھی اماں تھیں، ان کی ذہنی رو جس طرف ہو جاتی پھر وہاں سے ہلنا مشکل ہو جاتا تھا۔

''کاہے بس کروں، لے دس...... ایسی ہوتی ہے کوئی دلہن، آج کل تو نہ بیاہی کا پتا، نہ بن بیاہی

urdugem.com

کا!.....'' وہ پھر سے شروع ہو گئی تھیں۔ زینب بے بس سی کان لپیٹے کچن کی طرف دوڑی اور تیزی سے ناشتا تیار کرنے لگ گئی۔ اماں کی بڑبڑاہٹ البتہ اب بھی جاری تھی۔

☆❁☆

''بھابھی!'' منزہ کی آواز پر وہ حیران سی اس کی طرف مڑی اور موبائل بند کر دیا۔ منزہ اپنے بھائی کی طرح ہی کم گو تھی، اس لیے اس کے اس طرح مخاطب کرنے پر وہ حیران ہوئی تھی۔ ورنہ تو ان تین ماہ میں جب بھی بات کی اس نے خود ہی بات کی منزہ سے۔

''آؤ منزہ! اندر آجاؤ۔'' وہ اپنی روایتی خوش اخلاقی سے بولی۔ منزہ کنفیوز سی چشمہ سیٹ کرتی اندر آگئی۔

''وہ بھابھی.....'' اس نے انگلیاں مروڑتے ہوئے بات شروع کرنا چاہی۔

''کیا بات ہے منزہ! ریلیکس ہو کر بتاؤ۔'' وہ بیڈ سے اٹھ کر اس کے پاس صوفے پر ہی آگئی۔

''بھابھی! ایک کام تھا آپ سے، کر دیں گی ناں؟'' وہ معصومیت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی، زینب کو بے ساختہ اس پر پیار آیا۔

''میری جان!'' اس نے آہستہ سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ ''کیوں نہیں کروں گی بھلا، بتاؤ تو کیا کرنا ہے؟'' اس نے تسلی دی۔ منزہ کے چہرے پر تھوڑا سا سکون کا احساس ابھرا تھا۔

''وعدہ کریں پلیز۔'' اس نے مزید تسلی چاہی۔

''وعدہ..... پکا وعدہ..... گاڈ پرامس۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''بھابھی! وہ اصل میں..... یہ کام کوئی بھی نہیں کر سکتا، نہ اماں، نہ عائشہ باجی، نہ علی بھائی اور نہ میں خود..... صرف آپ کر سکتی ہیں۔''

''ارے.....'' وہ حیران ہوئی، ایسا کون سا کام تھا بھلا۔

''بھابھی وہ ہماری کلاس ٹرپ پر جا رہی ہے مری، ایک ہفتے کا ٹرپ.....'' وہ کہتے کہتے رکی۔

''بھابھی! مجھے جانا ہے پلیز.....'' وہ روہانسی ہو گئی تھی۔

''ارے.....'' اس نے بے اختیار اسے ساتھ لگا لیا۔ ''ہاں تو جاؤ..... کس نے روکا ہے تمہیں۔'' وہ حیران ہوئی، جس طرح کے ماحول سے وہ آئی تھی، اس کے لیے یہ بہت عام بات تھی لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ منزہ کے لیے یہ عام بات بہت بڑا مسئلہ ہے۔

''بھابھی..... وہ..... ابراہیم بھائی کی بہن بھی جا رہی ہیں۔'' اس نے مزید ٹکڑا لگایا۔

''ہاں تو تم بھی جاؤ ناں، اس میں مجھ سے کیا کام ہے؟'' وہ اور حیران ہوئی، منزہ نے کنفیوز ہو کر اسے دیکھا۔

''بھابھی وہ..... عمر بھائی..... وہ کبھی اجازت نہیں دیں گے۔ انہیں یہ سب بالکل پسند نہیں ہے۔'' اصل بات اب اس کی زبان پر آگئی تھی، زینب ساکت سی بیٹھی رہ گئی۔ ''لیکن بھابی! پلیز آپ ان سے اجازت لے دیں پلیز..... میں کہوں گی تو وہ غصہ ہوں گے۔''

منزہ کی بات پر اس نے بمشکل تھوک نگلا، وہ اسے نہیں بتا سکتی تھی کہ منزہ کی بات پر صرف وہ غصہ ہوگا پر زینب کو تو شاید وہ بات کرنے کا موقع بھی نہ دے۔ اس نے ٹھنڈی سانس بھر کے منزہ کو دیکھا، اپنا بھرم بھی تو رکھنا تھا پھر وہ اتنے مان سے اس کے پاس آئی تھی، زینب الفاظ ہی ڈھونڈتی رہ گئی معذرت کے۔

''بھابھی.....'' منزہ نے اس کا کندھا ہلایا۔

''ہاں.....'' وہ چونکی۔

''بات کریں گی ناں؟'' منزہ کے لہجے کی آس..... اس نے بے اختیار ہی نظریں پھیر لیں۔

www.urdu

"ہاں کروں گی، ضرور کروں گی اور وہ مان جائیں گے۔ کچھ نہیں کہیں گے، ڈونٹ وری۔" اس نے اس سے زیادہ خود کو تسلی دی۔ منزہ کے چہرے پر دھنک اتر آئی تھی۔

"تھینک یو...... تھینک یو سو مچ بھابھی!" وہ کھلکھلا کر کہتی باہر چلی گئی جب کہ وہ وہیں بیٹھی اپنی متوقع عزت افزائی سوچ رہی تھی۔

عمر سعید اس کی زندگی میں آنے والا واحد مرد تھا اور مرد بھی ایسا مشکل کہ وہ حلفاً کہہ سکتی تھی ان تین ماہ میں وہ اسے ایک فیصد بھی نہیں جان پائی تھی۔ بظاہر وہ بہت خاموش طبع، کم گو اور نہایت ٹھنڈے مزاج کا آدمی تھا۔ دیکھنے میں بہت ڈیسنٹ، نارمل اور پُرکشش لیکن اس کی خاموشی اتنی رعب والی تھی کہ مقابل کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ اس میں ذرا سا بھی خلل ڈالنے کی۔ اماں بتاتی تھیں کہ ابا کے بعد کم عمری میں اس پر گھر کی ذمہ داری آگئی تھی۔ خاندان والوں کی عیاریوں اور مکاریوں کا مقابلہ، ہر طرح کے حالات سے اپنے بہن بھائیوں کو دلیری سے بچا کے اس مقام تک لانے میں اور ذمہ داریاں نبھانے میں اس کی اپنی شخصیت خود بخود ایک خول میں سمٹتی چلی گئی تھی گو کہ زینب نے اس کو کبھی غصے میں نہیں دیکھا تھا مگر پھر بھی اماں سمیت یہاں ہر بندہ ہی اس کے رعب میں تھا۔

اور وہ اعتراف کرتی تھی کہ اس کی خاموشی واقعی اگلے بندے کو چپ کروا دیتی ہے۔ وہ خود بے حد پُراعتماد اور بہادر لڑکی تھی، ایک آزاد اور دوستانہ ماحول میں پلی بڑھی تھی۔ جوائنٹ فیملی سسٹم میں رہی تھی، کزنز کے ساتھ ہلا گلا، پارٹیاں اور منہ پر سب کچھ بول دینے کی عادت...... وہ کبھی کسی سے نہیں ڈرتی تھی، نہ جھجکتی تھی بلکہ وہ حیران ہوتی تھی کہ لڑکیاں کیوں شرماتی ہیں، کیوں کنفیوز ہوتی ہیں۔

لیکن اتنی بولڈنیس کے باوجود بہرحال عمر سعید کے ابا کے دوست کے توسط سے آنے والے رشتے پر اس نے کوئی اعتراض نہ کرتے ہوئے ہاں کی تھی گو کہ امی کو کچھ تحفظات تھے لیکن ابا نے لڑکا بہت ہی میچور اور ڈیسنٹ ہے کہہ کر امی کو چپ کروا دیا تھا اور وہ خوش تھی، بہت خوش۔ اس کی تصویر دیکھ کر ہی وہ عجیب سے انداز میں متاثر ہوئی تھی۔

مگر شادی کے بعد پہلے ہی دن بے حد ٹھنڈے لہجے میں کہے گئے فقرے۔

"میری ماں، بہنیں اور بھائی اب آپ کے بھی اتنے ہی سگے ہیں جتنے میرے۔ امید ہے آپ انہیں سب سے زیادہ اہمیت دیں گی۔" صرف یہ الفاظ تھے جو اس نے کہہ کے اسے ---- چپ کرا دیا تھا۔ اس کے بعد وہ تین ماہ کچھ بھی نہ بول سکی، تھوڑی بہت بات چیت ہوتی اور بس۔ وہ بھی بھی موقع نہیں دیتا تھا خود کو جاننے کا، حالانکہ اگر دیکھا جاتا تو وہ بہت خیال رکھنے والا شوہر تھا۔ اپنے فرائض سے کبھی بھی غافل نہیں ہوتا تھا۔ اس کے بنا کہے اس کی ہر ضرورت وقت سے پہلے پوری کرتا تھا۔ حقوق و فرائض کا پورا خیال رکھتا تھا۔ اسے خود امی ابا سے ملوانے کے لیے لے کے جاتا تھا اور امی ابا بلکہ سب ہی گھر والے بہت خوش تھے کہ ان کی سب سے لاڈلی اولاد سکون سے ہے۔

پھر زینب نے کبھی اسے بلاوجہ نخرہ کرتے نہیں دیکھا تھا، وہ کچھ بھی پہن لیتا تھا، کچھ بھی کھا لیتا تھا اور کبھی بھی مین میکھ نہیں نکالتا تھا، چاہے اماں جتنا بھی بولتی رہتیں، وہ خود کچھ نہیں کہتا تھا لیکن اس سب کے باوجود ایک دوسرے کے سب سے زیادہ قریب ہونے کے باوجود وہ اسے نہیں جانتی تھی۔

یہاں اسے سب سے ہی پیار ملا تھا۔ اماں، عائشہ اس کی بڑی نند جو ایک بچی کی ماں تھی اور زینب کی طرح ہی ہنسنے ہنسانے والی لڑکی تھی، آج کل میکے رہنے آئی ہوئی تھی۔ علی بھائی تھے، وہ اسلام آباد میں جاب کرتے تھے پھر منزہ تھی بھی معصوم بے ضرر......

urdusoftbooks.com

"میں ضرور بات کروں گی، کھا تو نہیں جائیں گے ناں۔" اس نے پرانی زینب بن کر خود کو مضبوط کیا اور حوصلہ کرتی کچن میں آ گئی۔ دل ہی دل میں ورد بھی شروع کر دیا کیونکہ بہر حال وہ جانتی تھی، ایک دفعہ اس نے نہ کی تو ہاں میں نہیں بدلے گا پھر۔

☆۞☆

آنگن سے جاتی دھوپ اور اترتی شام، اس کا دل معمول سے زیادہ رفتار سے دھڑکنے لگ گیا۔

"کیا ہو گیا ہے زینب! کیوں اتنی کنفیوز ہو تم، زیادہ سے زیادہ کیا کریں گے، منع کریں گے ناں۔" اس نے دل ہی دل میں خود کو سمجھایا مگر پھر بھی دل وہیں اٹک گیا تھا۔

"اگر ناراض ہو گئے تو......" اس پر پہلی بار کھلا کہ وہ اسے ناراض نہیں کر سکتی، اس کی خاموشی اور قدرے مغرور شخصیت میں وہ ایسا الجھی تھی کہ ہمیشہ اس الجھن میں رہنا چاہتی تھی۔ ان آنکھوں کو پڑھنے کی خواہش شدید سے شدید تر ہوتی جا رہی تھی، قربت کے انتہائی لمحات میں بھی وہ اس کی پہنچ سے بہت دور چلا جاتا تھا، پتا نہیں کب یہ اجنبیت ختم ہو گی۔

"زینب......" عائشہ کی آواز پر وہ ہوش میں آئی اور اسے دیکھا جو حیرانی سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ زینب نے گڑبڑا کر ہاتھ میں پکڑے چائے کے کپ کو دیکھا جو کب کا ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ اس نے بے اختیار لب بھینچ لیے۔

عائشہ کی حیرانی بجا تھی، وہ جانتی تھی زینب چائے کی دیوانی ہے۔ آج کیسے ٹھنڈی کر دی بھلا، لیکن زینب اسے سمجھا نہیں سکتی تھی کہ وہ اب چائے کی نہیں، عمر سعید کی دیوانی ہے اور اس کو سوچتے وقت وہ خود کو بھول جاتی تو چائے تو بہت دور کی بات تھی۔

☆۞☆

چائے کے کپ ٹرے میں رکھتے ہوئے اس [illegible] اپنے عزم کو تازہ کیا اور مضبوطی سے قدم [illegible] کمرے کی طرف بڑھی۔ اندر سے آتی دھیمے سروں کی آواز......اس نے زندگی میں اتنا کلاسیکل میوزک یا غزلیں یا پرانے گانے کبھی نہیں سنے تھے۔

وہ ہلا گلا کرنے والی لڑکی تھی اور ایسے ہی گانے سنتی تھی لیکن عمر کلاسیکل موسیقی سنتا تھا، کبھی کبھی وہ حیران ہوتی تھی کہ بھلا یہ برف جیسا ٹھنڈا بندہ بھی احساسات رکھتا ہے جو ایسی موسیقی سنتا ہے۔ اگر جو کبھی یہ بھی ایسا محسوس کریں جیسا میں ان کے لیے کرتی ہوں تو......؟ خوشی سے ہی مر جاؤں شاید...... پتا نہیں کس چیز سے متاثر ہوتے ہوں گے، کیا چیز ان کو اٹریکٹ کرتی ہے۔ خوب صورتی تو شاید اتنا نہیں کرتی ورنہ میں اتنی گئی گزری تو نہیں ہوں۔

وہ ایک مرتبہ پھر سوچوں میں گم کمرے کے بیچ و بیچ ٹرے لیے کھڑی بے دھیانی میں اسے دیکھتی اپنے خیالوں کی دنیا میں پہنچی ہوئی تھی۔ اگر جو یہ بندہ فرض سمجھنے کے بجائے سچ میں محبت بن کے مجھ پر برسے تو...... سفید شرٹ میں اس کے ماتھے پر آئے بال اور بے تاثر مغرور نقوش، لیپ ٹاپ پر جمی گہری اندر تک اترتی آنکھیں...... اس کو کیا پتا ہو گا کہ اس کی بیوی اس پر اتنا مرتی ہے اور......

"بیٹھ جائیں...... اگر آپ بیٹھ کر بھی مجھے دیکھتی رہیں گی تو میں کچھ نہیں کہوں گا۔" اس نے بنا آنکھ اٹھائے اپنے مخصوص ٹھنڈے لہجے میں اسے مخاطب کیا اور وہ جو مدہوش تھی، بری طرح سے گڑبڑا اٹھی۔ کپ ٹرے میں ہل سے گئے۔

اگلے ہی لمحے شرمندگی کی لہر نے اسے لپیٹ میں لے لیا۔

"کیا سوچ رہے ہوں گے...... تو بھی ناں زینب!" اس نے خود کو ڈپٹ کے چائے اس کے پاس رکھی اور خود صوفے پر بیٹھ کر خود کو سنبھالتی کچھ دیر پہلے کی شرمندگی کا تاثر زائل کرنے لگ گئی۔

"ہاں تو کیا ہوا، پھر میرا حق ہے دیکھنے کا۔ شرمندگی کی کیا بات ہے، ڈھیٹ بن زینب شاباش!" اس نے خود کو بھرپور تسلی دی اور سکون سے

www.urdu

چائے کا گھونٹ بھرا۔ مگر گھونٹ بھرتے ہی اسے منزہ سے کیا وعدہ یاد آ گیا اور ساتھ ہی چائے پینا اس کے لیے دوبھر ہو گیا۔

"عمر!" اس نے اتنا آہستہ کہا کہ وہ خود ہی شاید اپنی آواز بمشکل سن پائی مگر اس کی توقع کے برعکس عمر نے سکون سے "ہوں" کہہ کر اسے حیرت کے سمندر میں غرق کر دیا تھا گو کہ اس نے سر اٹھا کر اب بھی نہیں دیکھا تھا بلکہ لیپ ٹاپ پر تیزی سے انگلیاں چلاتے ہوئے ہی "ہوں" کہا تھا مگر وہ حیران تھی کہ اس نے سن لیا تھا۔ کچھ دیر جب اس کی طرف سے پکارنے کے بعد کوئی جواب نہ آیا تو عمر نے بے اختیار ہی لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹائیں اور اسے دیکھا۔ اگلے ہی لمحے وہ بے ساختہ امڈ آنے والی مسکراہٹ چھپانے کے لیے دوبارہ لیپ ٹاپ پر جھک گیا کیونکہ وہ پورا منہ کھولے حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"منہ بند کر لیں، مچھر چلا جائے گا۔" اس کی آواز پر اس نے جھٹکے سے منہ بند کیا تھا۔

"یا اللہ زینب!" وہ ایک دفعہ پھر خود کو کوستی ہونٹ کاٹ رہی تھی۔

"کچھ کہنا ہے آپ کو؟" لہجہ ہمیشہ کی طرح ٹھنڈا مگر آج کافی نرم تھا۔

اس کے دھڑ دھڑ کرتے دل کو تھوڑی سی حوصلہ افزائی ملی تھی، اس نرم لہجے پر۔

"جی۔" اس نے آہستہ سے نظریں جھکائے جھکائے ہی جواب دیا۔

وہ فیصلہ کر چکی تھی بات کر کے ہی رہے گی، آخر پڑھا لکھا بندہ ہے، وہ کیوں اعتراض کرے گا بھلا ٹرپ پر جانے سے۔

"کہیے۔"

عمر کے کہنے پر اس نے بے اختیار نظریں اٹھا کر اسے دیکھا جو سکون سے تھوڑی بازو پر جمائے بڑی تسلی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ایک لمحے سے زیادہ وہ نہیں دیکھ پائی تھی اور فوراً ہی نظریں جھکا دیں۔ دل ایسے دھڑک رہا تھا جیسے باہر ہی آ جائے گا، اتنی ٹھنڈ میں بھی اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے ابھر آئے تھے۔ بڑی ہمت سے اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور خود کو نارمل کرنے کی ناکام سی کوشش کی، ہاتھ بلاوجہ ہی ایک دوسرے میں اس نے سختی سے جکڑ لیے تھے۔

"یا اللہ......"

"خیریت ہے؟" وہ اب دوبارہ لیپ ٹاپ پر جھک گیا تھا۔ شاید وہ اس کی گھبراہٹ محسوس کر چکا تھا البتہ اس کا چہرہ ہمیشہ کی طرح بے تاثر تھا، کچھ بھی جتانے، ظاہر کرنے میں ناکام۔ اسے دوبارہ کام کرتا دیکھ کر وہ پھر سے ہمت باندھنے لگی۔

"یونیورسٹی کی سب سے بولڈ ڈی بیٹر رہی ہو تم زینب...... اپنی نند کی اتنی سی بات نہیں کر سکتیں...... تف ہے تم پر۔" اس نے خود کو غیرت دلائی اور واقعی اسے غیرت آ بھی گئی۔

"وہ...... منزہ کا ٹرپ مری جا رہا ہے اور وہ بھی جانا چاہتی ہے تو آپ اسے اجازت دے دیں۔" اس نے جھٹکے سے ایک ہی سانس روکے کہہ دیا اور پھر زبان ایسے دانتوں تلے دبائی سختی سے کہ خون رس آیا تھا مگر وہ ویسے ہی سانس دبا کے بیٹھی رہی۔ عمر کے کام کرتے ہاتھ ایک لمحے کے لیے رکے تھے اس کی بات سن کر، پھر وہ دوبارہ ٹائپ کرنے لگ گیا تھا۔

"اتنا ایٹی ٹیوڈ......" ایک لمحے کے لیے تو زینب کو آگ ہی لگ گئی۔

"میں نے آپ سے کچھ کہا ہے۔" سارا احترام، ڈر، رعب اور دیوانگی ایک طرف رکھ کر وہ بے اختیار پرانی زینب بنی۔

"میں سن چکا ہوں۔" لہجہ اب صرف ٹھنڈا تھا، نرمی ختم ہو چکی تھی۔ زینب وہاں بیٹھے بیٹھے برف ہونے لگی مگر ہمت وہ بھی نہیں ہارتی تھی۔

"تو پھر...... جائے وہ؟" اس نے گویا پھر سے

ugem.com

پھر کی کچھار میں ہاتھ ڈالا۔

عمر نے ہاتھ روک کر بھنویں اچکائیں اور خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا، زینب کے ہاتھوں کی گرفت صوفے پر بے اختیار ہی مضبوط ہونے لگی۔

''کوئی بھی کہیں نہیں جارہا۔'' قطعیت سے کہتا وہ اٹھ کر الماری کی طرف بڑھ گیا۔

''مگر کیوں...... وجہ؟'' اس کے اندر کی خودسر زینب نے سر اٹھایا تھا۔

وہ جاتے جاتے پلٹا، اب کہ اس کے بے تاثر چہرے پر ہلکی سی حیرانی اور قدرے غصے کی ملی جلی حیرت تھی جیسے کہہ رہا ہو تمہاری اتنی جرأت...... زینب نے بے اختیار ہی اپنے قل پڑھ لیے۔

''وجہ یہ کہ میں کہہ رہا ہوں......اوکے؟'' اس کے قریب آ کے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اس نے اتنے سکون اور ٹھنڈے لہجے میں کہا کہ زینب کسی خزاں رسیدہ پتے کی طرح لرزنے لگی۔

''اوکے؟'' اس کے ہاتھ اب کندھوں میں اتنی سختی سے گڑ گئے کہ مارے تکلیف کے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے مگر باہر وہ بھی نہیں آئے تھے۔

''اوکے؟'' کے لہجہ اتنا سخت تھا کہ اس کا سر بے اختیار ہی ہاں میں ہل گیا اور ساتھ ہی آنسو بھی گالوں پر آ گئے تھے۔ اس سے بھلا کب کسی نے اتنی سختی اور غصے سے بات کی تھی، وہ تو دو منٹ بھی نہ سہہ سکی۔

''اونہوں......'' وہ آنسو دیکھ کر جز بز ہوا۔

''صاف کریں انہیں، روتی دھوتی عورتیں مجھے بالکل اچھی نہیں لگتیں۔'' وہ آرام سے کہتا شب خوابی کا لباس اٹھائے واش روم کی طرف بڑھ گیا اور وہ ساکت سی بے آواز روتے روتے ادھر ہی ڈھے گئی۔ اندر کچھ بہت زور سے ٹوٹا تھا...... شاید دل یا وہ کا مان یا اس کا بھرم یا پھر شادی سے پہلے والی زینب کا وجود تھا جو آج پوری طرح ٹوٹ گیا تھا۔

بے دم سی وہ بستر پر آ کے بیٹھی تھی، آنسو اب بھی زاروقطار باہر آ رہے تھے، کچھ دیر بعد وہ اس کے برابر میں آ کے بیٹھا تھا اور کچھ لمحوں بعد اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے قریب کیا۔ وہ بنا مزاحمت کے اب سر اس کے کندھے پر رکھ کر اس کے ظلم پر ہی رو رہی تھی، ہچکیاں لے لے کر جب کہ وہ خاموش اپنی شرٹ کو بھیگتا دیکھ رہا تھا۔

☆❁☆

اگلی صبح آٹا گوندھتے ہوئے وہ بالکل خاموش تھی، دماغ میں مسلسل ایک ہی بات گھوم رہی تھی کہ وہ کیسے منزہ کو منع کرے گی۔

''ارے بہو نہیں اٹھی آج...... عائشہ، منزہ...... پتا تو کرو، طبیعت تو ٹھیک ہے اس کی کہ نہیں؟''

اماں کی آواز پر وہ زور سے اچھلی، آج نماز پڑھتے ہی وہ سیدھی کچن میں آ گئی تھی۔ اماں کو سلام بھی نہیں کر کے آئی تھی، اس نے تیزی سے ہاتھ دھو کے قدم اماں کے کمرے کی طرف بڑھائے۔

''السلام علیکم آنٹی!'' اس نے دوپٹا سر پر جمایا۔ دوپٹا سر پر لینے کی عادت بھی یہاں آ کے ہوئی تھی۔

''ارے...... وعلیکم السلام! جیتی رہو۔ سدا سہاگن رہو۔'' انہوں نے اس پر پھونکتے ہوئے دعائیں دیں۔ وہ بمشکل مسکراتی ہوئی ان کے پاس بیٹھ گئی اور منزہ کو دیکھنے لگی جو نماز پڑھ رہی تھی، ایک دفعہ پھر سے وہ ہی فکر لاحق ہونے لگی۔ وہ ایسی ہی تھی، کسی کا دل توڑنا یا مان توڑنا اس کے لیے بے حد مشکل کام تھا، پی ٹی سی ایل پر آتی کال نے اس کا دھیان بٹایا۔

''اتنی صبح کس کا فون آ گیا، اللہ خیر کرے۔'' اماں پریشان سی بولی تھیں، اس نے ہاتھ بڑھا کے فون اٹھا لیا۔

www.urdu

''السلام علیکم!'' اس نے کہا۔
''وعلیکم السلام و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔'' دوسری طرف علی تھا۔ ''کیسی ہیں بھابھی؟'' اس کے پوچھنے پر وہ جھینپ سی گئی۔ اس کی پہلے کبھی ڈائریکٹ علی سے بات نہیں ہوئی تھی۔
''میں ٹھیک ہوں، آپ کیسے ہیں علی بھائی؟'' اس نے کہہ کر اماں کو دیکھا جو علی کا نام سن کر سکون سے دوبارہ تسبیح پڑھنے لگ گئی تھیں۔
''میں بھی ٹھیک ہوں، ہمارے بھائی کیسے ہیں؟'' علی کا لہجہ اب شرارتی ہوا تھا، وہ یقیناً مزاج میں عائشہ پر گیا تھا، اسی لیے اتنا شگفتہ مزاج تھا۔
''وہ بھی بالکل ٹھیک ہیں۔'' اس نے کہہ کر بے اختیار دروازے کی طرف دیکھا۔
وہ اٹھ کر آ گیا تھا، اس نے جلدی سے فون اماں کو پکڑایا اور کچن کی طرف بڑھ گئی۔ کچھ دیر بعد وہ بھی وہیں آ گیا تھا، اسے ناشتا دے کر وہ اماں کے لیے ناشتا تیار کرنے لگی جب ہی منزہ کی آواز سن کر اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ یقیناً وہ کالج جانے سے پہلے کنفرم کرنا چاہتی ہوگی۔ اس نے چور نظروں سے اس بے نیاز کو دیکھا جو سکون سے ناشتا کرنے کے بعد سنک پر ہاتھ دھو رہا تھا پھر مڑا اور اس کی قریب آیا۔ وہ بے اختیار پیچھے ہوئی، اس نے ہاتھ بڑھا کے دوپٹا پکڑا، ہاتھ پونچھے اور منہ صاف کرتا مڑے سے باہر نکل گیا۔
ادھر وہ گیا اور اُدھر منزہ اندر آ گئی، اس کے چہرے پر خوشی کے سارے رنگ پھیلے ہوئے تھے، زینب کو شدت سے شرمندگی کا احساس کچوکے لگانے لگا۔
''آؤ منزہ! ناشتا کرو۔'' اس نے شرمندہ ہو کر کہا لیکن وہ ناشتا کرنے کے بجائے سیدھی اس کے قریب آئی اور اس سے لپٹ گئی، زینب بوکھلا کر رہ گئی۔
''تھینک یو سو مچ بھابھی! تھینک یو سو مچ۔ مجھے بالکل یقین نہیں آ رہا کہ بھائی مان گئے۔ اوہ مائی گاڈ!'' وہ پُر جوش ہو کر بول رہی تھی، زینب حیران پریشان اسے دیکھ رہی تھی۔
''ہائے! اس کو میں کیسے بتاؤں کہ وہ نہیں مانے۔''
''ایسا ہے منزہ کہ تمہارے بھائی...... وہ...... اصل میں......'' الفاظ ٹوٹ رہے تھے۔
''ہاں ہاں بھابھی! میرے بھائی جیسا اس پوری دنیا میں کوئی نہیں۔ مجھے پتا تھا آپ منا لیں گی انہیں، پتا ہے بھائی نے اماں کو نہ صرف ٹرپ کے لیے پیسے دیے بلکہ کہا کہ اس کو شاپنگ بھی کروا دیجیے گا۔ میں آپ کے ساتھ ہی جاؤں گی بازار...... ٹھیک ہے۔'' وہ اپنی دھن میں بولے جا رہی تھی جب کہ وہ ابھی تک اسی فقرے پر اٹک گئی تھی ''بھائی نے اماں کو پیسے دے دیے'' خوشی کی ایک لہر نے بے اختیار اسے لپیٹ میں لیا۔
''تو کیا واقعی...... مان گئے۔'' وہ حیران تھی۔
''بھابھی جائیں گی شاپنگ پر؟'' اس کے ہلانے پر اس نے فوری سر ہلایا، وہ خوش ہو کر پلٹ گئی جب کہ وہ اب بھی بے یقین سی کھڑی تھی۔
''تو عمر سعید صاحب...... آپ میں بھی بہرحال محسوس کرنے کی حس ہے۔'' وہ کھل کے مسکرائی، دل بے اختیار ہی خوش فہمیاں پالنے لگ گیا۔
''چل زینب اپنا کام کر، تین گھنٹے رلانے کے بعد اگر مان ہی گیا تو سودا برا نہیں۔'' وہ خود سے کہتی کھلکھلائی اور دوبارہ کام میں مگن ہوگئی لیکن خوشی اس کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی۔

☆۞☆

موسم نے یکا یک ہی پلٹا کھایا تھا، سردیوں کی نرم سی دھوپ لمحوں میں غائب ہوئی تھی۔ سورج بھی بادلوں کی اوٹ میں ہوگیا تھا، موسم بے حد سرد ہوگیا تھا۔ قوی امکان تھا کہ بارش ہوگی، ایسے میں اماں کی

ugem.com

ہوائیاں پہلے سے زیادہ بڑھ گئی تھیں۔

"عائشہ! حرم کو لحاف سے باہر نہ نکالنا، کوئی میرے عمر کو فون کر کے پوچھے، کدھر ہے...... ارے بھئی ذرا کال تو ملاؤ۔ منزہ! علی کو فون کرو، پوچھو وہ ٹھیک ہے، اسے کہنا سردی سے بچائے خود کو۔" وہ بار بار یہی باتیں دہرا رہی تھیں۔

"علی بھائی بالکل ٹھیک ہیں اماں! بے فکر رہیں اور حرم بھی سو رہی ہے۔" عائشہ نے انہیں تسلی دی۔

"زینب! عمر کو کال ملا پتر...... اسے کہہ آج جلدی آ جائے گھر، موسم کی کیا خبر۔" اماں نے دوبارہ کہا تو اس نے فوری کال ملا کے فون اماں کی طرف بڑھا دیا، اماں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"ان کو کال ملا دی ہے، بات کرلیں۔" زینب نے جواب دیا، اماں کے ماتھے پر بے اختیار ہی لکیریں سی بن گئی تھیں۔

"تاں...... تیرا پردہ ہے اس سے؟" انہوں نے فون پکڑے بغیر آگے ہو کر بڑی بے زاری سے پوچھا، زینب بوکھلا کر رہ گئی۔

"نن...... نہیں آنٹی...... وہ میں تو......" اس سے فوری طور پر کوئی جواب نہ بن پایا۔

"وہ بھئی عجیب بات ہے، کمرے میں چاہے گھنٹہ گھنٹہ اس سے کال ملاتی ہو۔ میں نے کہہ دیا تو فون میرے ہاتھ میں تھما دیا، خود کو شوہر کی فکر نہیں ہے کیا، اتنا خراب موسم ہے۔" اماں شروع ہو گئی تھیں۔

منزہ نے سر پکڑا اور عائشہ نے زینب کا اڑا رنگ دیکھ کر مسکراہٹ دبائی تھی۔

"وہ...... وہ آنٹی بس تو...... میں نے کہا کہ آپ......" وہ گھبرائی ہوئی الفاظ ڈھونڈ رہی تھی۔

"اماں کہتے ہوئے کیا زبان دکھتی ہے، کیا بچوں کی طرح آنٹی آنٹی ہر وقت...... بھئی ان تین سالوں میں پتا چل گیا ہے کہ بہت انگریزی آتی ہے آپ کو۔"

زینب کا یہ وقت ہی برا تھا، روز اماں کسی نہ کسی کی کلاس لیتی تھیں، اس وقت وہ بڑا انجوائے کرتی تھی، اب خود پر پڑی تو اسے بچنے کی کوئی راہ نہیں مل رہی تھی۔

"اماں بس بھی کر دیں، بھابھی اب رونا شروع ہو جائیں گی۔" منزہ کی نظر اس کے سرخ ہوتے چہرے پر تھی، اماں نے فوراً عینک لگا کے اسے دیکھا۔

"آئے ہائے...... جا میری دھی! میں تو مخول کر رہی تھی ایسے ہی...... لے دس۔" اس کی شکل دیکھ کر وہ فوراً ہی اپنی نرم دلی کے باعث پگھل گئی تھیں، زینب کی جان میں جان آئی۔

"اماں! وہ فون نہیں اٹھا رہے۔" اس نے اب کی دفعہ آنٹی کہنے کی غلطی نہیں کی۔

"ہے ہی لاپروا...... شروع سے ہی ایسا ہے بے دید۔" اماں نے منہ بنا کر تسبیح اٹھائی اور وہ جو توقع کر رہی تھی کہ اماں مزید پریشان ہو جائیں گی۔ فون نہ اٹھانے کا سن کر، ان کا ایسا لٹھ مار جواب سن کر ہکا بکا انہیں دیکھ رہی تھی۔

"یا اللہ! یہ ماں بیٹا کسی دن مجھے حیرت کے جھٹکے دے دے کر اوپر پہنچا دیں گے۔" وہ حیران سی —— دوبارہ نمبر ملانے لگی۔

☆❁☆

"ہونٹوں میں ایسی بات میں دبا کے چلی آئی۔"

ٹیپ ریکارڈر میں دھیمے سروں میں بجتے گانے نے اس کی توجہ کھینچی۔ اس نے تہ کیے ہوئے کپڑے الماری میں رکھتے ہوئے ذرا کی ذرا اس بے نیاز کو دیکھا جو موبائل پر بزی تھا۔

ہونٹوں میں ایسی بات میں دبا کے چلی آئی
کھل جائے وہ ہی بات تو دہائی ہے دہائی

"واہ واہ......" وہ سن کر اش اش کر اٹھی تھی، کمال کی شاعری تھی، عمر کا ذوق بہت اچھا تھا۔

www.urdu

''زینب......'' اس کی آواز پر وہ چونک کر مڑی۔

''جی۔'' اس نے بے بسی سے اسے سگریٹ سلگاتے دیکھا، کتنے برے لگتے تھے اسے سگریٹ پینے والے مرد......لیکن عمر سعید کے معاملے میں دل نے ایسی دغا دی تھی کہ اسے پھر بھی بہت اچھا لگتا تھا۔

''عائشہ نے جانے کے لیے کہا ہے، اگلے ہفتے وہ چلی جائے گی۔ آپ کل اسے شاپنگ پر لے جایئے گا۔'' اس نے دھواں اگلتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا۔ اس کی آواز بہت خوب صورت تھی اور وہ عام طور پر بہت دھیما، ٹھنڈا اور سکون سے بولتا تھا۔

''جی ٹھیک ہے۔'' زینب نے سر ہلایا۔ گو کہ وہ عائشہ کے جانے کا سن کر اداس ہو گئی تھی۔ اس کے آنے سے گھر میں بہت رونق ہو جاتی تھی۔

''منزہ کو بھی لے جایئے گا۔'' اس کے کہنے پر زینب نے بے اختیار سر اٹھا کر اسے دیکھا مگر اُدھر وہی ازلی سکون تھا۔ بالکل بے تاثر چہرہ، کل رات کی داستان کا کوئی حوالہ تک نہ تھا۔ زینب مایوس ہو گئی، دل پھر سے اداس ہونے لگا۔ مطلب وہ اس کے آنسوؤں سے بالکل بھی نہیں پگھلا تھا، پتا نہیں یہ شخص کبھی مجھے اپنے اندر اُترنے دے گا۔۔۔ یا نہیں۔ میں کبھی جان۔۔۔ پاؤں گی کہ یہ میرے بارے میں کیا سوچتا ہے، کیا محسوس کرتا ہے، ذمہ داری کے علاوہ بھی کچھ سمجھتا ہے مجھے یا نہیں......

یا پھر شاید میں ہی ناشکری ہوں، سب کچھ تو اللہ نے دیا ہے' خیال بھی رکھتے ہیں پھر بھی میں پتا نہیں کیوں جذباتی ہو جاتی ہوں لیکن خود کو سمجھانے کے باوجود بھی وہ اداس تھی۔ اسے اس کا ایسا فرض سمجھ کر نبھایا جانے والا خیال نہیں چاہیے تھا، وہ جاننا چاہتی تھی اسے، اس پر حق جتانا چاہتی تھی، اس کو ہنستا مسکراتا دیکھنا چاہتی تھی، اس کے ساتھ جینا چاہتی تھی۔

ایک بار......ایک بار ان آنکھوں کو پڑھنے کی اجازت دو عمر سعید! ساری عمر تمہاری پجارن بن کے رہوں گی، کسی بے اعتنائی پر اُف نہ کروں گی، کوئی شکوہ لبوں تک نہ آئے گا۔

وہ پھر سے دور چلی گئی تھی، اپنی سوچوں کی دنیا میں، کپڑے ہاتھ میں تھے اور الماری کھلی ہوئی تھی۔ عمر نے طویل سانس بھر کے اس کے ہاتھ سے کپڑے لیے اور الماری میں رکھ دیے جب کہ وہ چونک کر ہوش میں پھر مارے شرمندگی کے زمین میں گڑ کے رہ گئی۔

''یا اللہ! یہ ساری بونگیاں میں ان کے سامنے ہی کیوں مارتی ہوں۔'' وہ آنکھ نہیں اٹھا رہی تھی۔

''آپ بیٹھ کر سوچ لیا کریں، یہ کھڑے ہو کر سوچنے سے دماغ کے ساتھ ساتھ ٹانگیں بھی تھک جاتی ہیں۔'' اس کے لہجے میں ہلکی سی شرارت تھی، شاید وہ مسکرایا تھا۔ زینب نے دیکھنے کے لیے بے اختیار ہی سر اٹھایا مگر وہ چالاکی سے دھواں اس کے منہ پر چھوڑتا مڑ گیا اور وہ بے اختیار ہی ہاتھ سے دھواں پیچھے کرتی رہ گئی تھی۔

☆❁☆

''پلیز مجھے کچھ کھلا دو، نہیں تو میں بے ہوش ہو جاؤں گی۔'' پچھلے تین گھنٹوں کی شاپنگ نے سب سے زیادہ منزہ کو تھکا دیا تھا جب کہ وہ دونوں ابھی بھی بالکل فریش تھیں۔

''بس یہ آخری جوتا لے لیں پھر کچھ کھانے چلتے ہیں۔'' زینب نے اسے تسلی دی، جوتا خرید کے وہ ایک ریستوران میں آ گئی تھیں۔

''جلدی سے آرڈر کرو بس۔'' زینب کرسی پر ڈھے گئی، اسے بھی اب بھوک ستا رہی تھی۔

''بھائی...... ی...... ی......'' کھانا کھاتے ہوئے عائشہ کے منہ سے پھنسی پھنسی سی آواز نکلی' دونوں نے چونک کے عائشہ کو دیکھا جو گھبرائی سی دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ان دونوں کی پشت دروازے کی طرف تھی، عائشہ کے اس طرح دیکھنے

urdugem.com

وہ بھی بے اختیار مڑیں اور سامنے سے آتے عمر کو دیکھ کر وہ بھی بوکھلا گئیں۔ عائشہ نے یہاں آنے سے پہلے اسے بتایا تھا کہ عمر کو لڑکیوں کی ہوٹلنگ زیادہ پسند نہیں ہے۔

"کچھ نہیں کہتے...... سکون سے کھانا کھاؤ۔"

زینب نے لاپروائی سے کہا تو ان دونوں کو تسلی ہوئی حالانکہ اندر سے وہ بھی ڈر رہی تھی لیکن وہ عائشہ کو دیکھ کر حیران تھی جو شادی شدہ ہونے کے باوجود اتنا ڈرتی تھی بھائی سے۔ اتنے میں وہ بھی انہیں دیکھ چکا تھا اور وہ جو ایک بزنس ڈیلنگ کے لیے یہاں آیا تھا انہیں دیکھ کر اُدھر ہی آ گیا۔ عائشہ اور منزہ اسے آتا دیکھ کر کھڑی ہو گئیں لیکن اس نے آ کے دونوں کے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ دونوں مطمئن ہو گئیں۔

"ہو گئی شاپنگ؟" اس نے ایک نظر دوسری طرف سرخ دوپٹے میں بیٹھی زینب پر ڈالی اور اسے دیکھتے ہی ہلکی سی ناگواری اس کے چہرے پر بے اختیار ظاہر ہوئی جو زینب جیسی حساس لڑکی کی آنکھوں سے چھپی نہیں رہی تھی۔ اس کا دل بیٹھ گیا۔

وہ کھانے میں ان کے ساتھ شریک ہو چکا تھا، شاید اسے ان تینوں کا اکیلے یہاں بیٹھنا اچھا نہیں لگا تھا۔ اس لیے وہ ان کے ساتھ ہی کھانا کھانے لگا، کھاتے ہوئے وہ گاہے بگاہے ایک نظر اس پر بھی ڈالتا اور ہر دفعہ ہی اسے اس کی آنکھوں میں غصہ ہی نظر آیا۔

زینب کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے تھے، اس طرح غصے سے تو اس نے آج تک نہیں دیکھا تھا۔ وہ غصے میں بھی بڑا پرسکون رہتا تھا۔ اس سے بالکل بھی کھانا نہیں کھایا گیا تھا "شاید ہوٹلنگ پر خفا ہو رہے ہیں مجھ پر۔" وہ دل ہی دل میں سوچتی رہی اور ڈرتی رہی تھی۔ کھانے کے بعد اس نے ان تینوں کو ساتھ چلنے کا کہا اور خود گھر تک چھوڑنے آیا۔

گھر کے آگے رکتے ہی منزہ اور عائشہ تیزی سے اتریں، وہ درمیان میں بیٹھی تھی، اس لیے ان کے بعد اترنا تھا۔

"آئندہ آپ کبھی بھی چادر کے بغیر مجھے بازار میں نظر نہ آئیں۔" گاڑی سے اترتے ہوئے اس کی سخت آواز سن کر وہ سُن ہو گئی۔

اس نے خود ہی ہاتھ بڑھا کر پچھلا دروازہ بند کیا اور زن سے گاڑی آگے لے گیا جب کہ وہ ساکت وہیں کھڑی تھی پھر آہستہ آہستہ اندر آئی اور خاموش سی عائشہ اور منزہ کو دیکھنے لگی جو اماں کو شاپنگ دکھا رہی تھیں لیکن وہ ان کے وجود کے گرد لپٹی سیاہ چادریں دیکھ رہی تھی جو انہوں نے اتارے بغیر ہی شاپنگ دکھانا شروع کر دی تھی۔ بے اختیار ہی اس کی نظر سامنے شیشے میں اپنے عکس پر پڑی، پرنٹڈ لینن کے سوٹ پر سرخ کریب کا دوپٹا تھا، اس نے تو دوپٹا بھی سر پر لینا اب شروع کیا تھا، اسے عمر کی غصیلی نظریں یاد آئیں تو اس نے بے اختیار جھرجھری لی۔

"میری توبہ جو آئندہ بغیر چادر کے نکلوں۔"

وہ دل ہی دل میں عہد کرتی واپس آ گئی جہاں اماں بیٹیوں پر خفا ہو رہی تھیں کہ زینب نے اپنے لیے کیوں نہیں کچھ لیا، وہ مسکراتی ہوئی ان کے پاس بیٹھ گئی۔

"سب کچھ ہے اماں میرے پاس، سب کچھ۔" اس نے احترام سے ان کے ہاتھ تھامے، وہ عظیم بیٹے کی ماں تھیں۔ اماں نے بغور اس محبت کے مظاہرے کو دیکھا پھر آگے کو ہوئیں۔

"کم (کام) وس...... کم......" آنکھیں گھما کر پوچھ رہی تھیں، زینب بے اختیار ہنستی چلی گئی۔

"کوئی کام نہیں ہے اماں! ایسے ہی آپ پر پیار آ رہا ہے۔" اس نے لاڈ سے ویسے ہی ان کے گلے میں بازو ڈالے جیسے وہ امی کے گلے میں ڈالتی تھی۔ اماں اور منزہ حیران جب کہ عائشہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی اور وہ بھی کھل کے مسکرا دی تھی، اسے آج اماں سے بالکل گھبراہٹ نہیں ہوئی تھی۔

www.urd

☆❁☆

عائشہ سسرال چلی گئی تھی اور منزہ ٹرپ پر، گھر پر مزید خاموشی چھا گئی تھی۔ وہ سارا دن بوکھلائی سی پھرتی رہتی۔ اماں بھی ٹھنڈ کی وجہ سے جوڑوں میں ہونے والے درد کے باعث زیادہ تر خاموش ہی رہتی تھیں۔ اب بھی بوریت سے بچنے کے لیے اس نے صحن چمکانے کا فیصلہ کیا، وہ کئی دن سے اسے اچھی طرح دھونے کا سوچ رہی تھی مگر اماں نہیں دھونے دیتی تھیں کہ ٹھنڈ بہت ہے، رہنے دو، بیمار پڑ جاؤ گی۔

آج ذرا سورج صاحب بھی موڈ میں تھے، دھوپ خوب نکلی ہوئی تھی، اس نے فوری پائپ لگایا اور شروع ہو گئی۔ ابھی آدھے سے زیادہ صحن دھویا تھا کہ دروازے پر ہونے والی دستک نے اس کی توجہ کھینچ لی۔ وہ دوپٹا درست کرتی گیٹ پر آئی اور باہر کھڑے ادھیڑ عمر آدمی اور ان کے ساتھ کھڑی خاتون کو دیکھ کر سوالیہ نظروں سے ان کی جانب دیکھنے لگی۔ وہ بھی حیران مگر خاتون کچھ زیادہ ہی غور سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

''جی؟'' اس نے پوچھا۔

''تم...... عمر کی دلہن ہو؟'' وہ خاتون بغور اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

عمر کا نام سن کر اس نے طویل سانس لیا۔ یقیناً ان کے رشتہ دار ہی ہیں، شادی اتنی سادگی سے ہوئی تھی کہ وہ ان کے بس اکا دکا ہی رشتہ داروں کو جانتی تھی۔

''ہاں جی۔'' اس نے اثبات میں سر ہلا کے انہیں اندر آنے کا راستہ دیا۔ وہ خاتون اب بڑے غور سے سر سے پاؤں تک اس کا جائزہ لے رہی تھیں۔ زینب جز بز سی ہو کر انہیں اندر لے آئی۔

''ارے بہو! میرا چشمہ نجانے کدھر رہ گیا، دیکھو تو بھلا۔'' اماں نے اسے دیکھ کر دہائی دی۔

''اماں...... یہ......'' اس نے اپنے پیچھے آنے والوں کی طرف اشارہ کیا مگر اماں پہلے ہی اس کے پیچھے آنے والوں کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی تھیں۔

''السلام علیکم بھابھی!'' وہ دونوں بڑی گرم جوشی سے اماں سے مل رہے تھے۔

''وعلیکم السلام! خیر سے تم آج کیسے راستہ بھول گئے عبدالستار۔'' اماں نے دیور کے سر پر ہاتھ رکھا۔ وہ شرمندہ سے بیوی کو دیکھ رہے تھے، جیسے کہہ رہے ہوں تم ہی جواب دو اب۔

''ارے بھابھی! میں تو کب سے آنے کا سوچ رہی تھی بس ذرا مصروفیت تھی ورنہ آپ سے ملنے کا تو بڑا دل تھا میرا۔'' وہ خاتون جو غالباً عمر کی کراچی والی چچی تھیں بڑی مٹھاس سے اماں کو کہہ رہی تھیں۔

''ہوں......'' اماں نے ہنکارا بھرا۔

''یہ بہو ہے؟'' ان کی ایکسرے کرتی نگاہیں ایک دفعہ پھر سے اس پر تھیں جو آرام سے کھڑی تھی، اماں نے ان کی نظر کے تعاقب میں دیکھا پھر بولیں۔

''ہاں، اللہ کا کرم ہے۔ بیٹیوں جیسی بھول گئی۔'' ان کے کہنے پر زینب جی اٹھی تھی گویا، اماں کبھی بھی اس کی برائی نہیں کرتی تھیں بلکہ ضرورت سے زیادہ ہی مان رکھتی تھیں اس کا، اس گھر میں سب ہی مان رکھنے والے تھے۔

''ہوں......'' چاچی کو شاید تعریف سن کر مایوسی ہوئی تھی، وہ مسکراتی ہوئی کچن میں آ گئی اور چائے کے ساتھ دیگر لوازمات کا اہتمام کرنے لگی جب اماں کی دوبارہ آنے والی آواز پر وہ باہر آ گئی۔

''جی اماں!'' اس نے کہا۔

''اوپر کے دونوں کمرے کھلوا دینا، تمہارے چاچا چاچی کچھ دن یہیں رکیں گے۔ دوسرا کمرہ بھی سیٹ کرا دینا، بچیاں بھی ہیں ان کے ساتھ۔ ماموں کے گھر ٹھہری ہیں، شام تک آ جائیں گی۔'' اماں نے تفصیلی ہدایات جاری کیں، جب کہ وہ سر ہلاتی مڑ گئی۔

اماں، عمر اور باقی سب بھی بہت زیادہ مہمان

lugem.com

...واقع ہوئے تھے حالانکہ عائشہ نے اسے بتایا تھا کہ یہ ہی وہ لوگ تھے جن کی وجہ سے وہ بچپن میں گھر ...در رہوئے تھے مگر اماں کی ہمت سے وہ آج ان سب لوگوں سے بہت آگے نکل گئے تھے پھر بھی وہ کھلے دل سے ان کی مہمان داری کر رہی تھیں۔

وہ دل ہی دل میں ان کی مزید معترف ہوئی۔

☆❁☆

گھر میں چاچا، چاچی اور زارا، سارہ کے آنے سے کافی ہل چل ہو گئی تھی گو کہ وہ دونوں کم گو تھیں۔ عمر کی فیملی مجموعی طور پر ہی کم بولتی تھی مگر پھر بھی ایک رونق سی ہو گئی تھی۔ ان کی آمد پر عمر نے کوئی خاص تاثر نہیں دیا تھا، شاید وہ واقعی ایسا ہی تھا کہ اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ بلا کا بے نیاز اور بلا کا پُرسکون، البتہ علی، منزہ اور عائشہ سے وہ رات واٹس ایپ پر بات کرتے ہوئے جب چاچا کی فیملی کی آمد کے بارے بتا رہی تھی تو عائشہ نے بے اختیار آنکھوں پر دل والی ایموجی بھیج کر اس بات پر مسرت کا اظہار کیا کہ شکر وہ پہلے ہی سسرال آ گئی تھی۔ منزہ نے بھی بڑی خوشی سے کہا کہ شکر وہ ٹرپ پر ہے البتہ علی کے کمنٹ پر وہ ٹپٹا کر رہ گئی تھی، اس نے لکھا تھا کہ......

"اس کا اس ہفتے گھر آنے کا ارادہ تھا لیکن وہ اب ان کے جانے کے بعد ہی آئے گا۔" ساتھ ہی لکھا تھا۔

"بھابھی! ذرا بچ کے، ہمارے خاندان کی لڑکیاں عمر بھائی پر دل و جان سے فدا تھیں۔" وہ ...تائی اس بات پر تھی کہ یہ واٹس ایپ پر بنا ہوا ان کا ...لی گروپ تھا۔ وہ عائشہ، منزہ اور علی کے ساتھ ساتھ عمر بھی اس میں ایڈ تھا اور یہ ساری بات چیت گروپ میں ہی ہو رہی تھی، جس وقت علی کا کمنٹ آیا، عمر اس کے ساتھ ہی تھا کمرے میں۔ زینب کی سمجھ میں ہی نہ ... کہ وہ کیا جواب دے گو کہ عمر نے کبھی بھی اس گروپ میں کوئی کمنٹ کرنے کی زحمت نہیں کی تھی

مگر وہ پڑھتا ضرور تھا' اس لیے وہ چپ کر کے آف لائن ہو گئی اور دوبارہ منزہ کی ٹرپ کی تصاویر دیکھنے لگی۔

اگلی صبح چاچی اور زارا اس سے پہلے کچن میں موجود تھیں اور ناشتا تیار کر رہی تھیں، زینب ایک لمحے کے لیے چکرا کر رہ گئی پھر جلدی سے آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ سے چھری اور پیاز لے لی جو وہ آملیٹ بنانے کے لیے کاٹ رہی تھیں۔ چاچی نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"چاچی! میں بنا لیتی ہوں، آپ بیٹھیں پلیز۔" اس نے نرمی سے کہا اور زارا کو بھی منع کیا۔

"کیوں بیٹھیں...... بھئی بعد میں باتیں بھی تم ہی بناؤ گی کہ ماں بیٹیاں مفت میں روٹیاں توڑ رہی ہیں اور میری زارا تو ویسے بھی بہت سگھڑ ہے، فارغ بیٹھ ہی نہیں سکتی۔" انہوں نے منہ بناتے ہوئے زارا کو دوبارہ اشارہ کیا، وہ فوراً اٹھ کر چولہے کے پاس چلی گئی، زینب بے بسی سے دیکھ رہی تھی۔

"لیکن چاچی......" الفاظ اس کے منہ میں ہی تھے کہ وہ سیاہ شرٹ اور گرے پینٹ میں روشنیاں بکھیرتا ناشتا کرنے کچن میں آ گیا——

اس نے ایک نظر ان تینوں پر ڈالی اور پھر خاموشی سے آ کر ٹیبل کے گرد رکھی کرسی پر بیٹھ گیا، اس کے بیٹھتے ہی چاچی الرٹ ہوئیں۔

"ارے زارا! پہلے عمر کو ناشتا دو، میرے بیٹے نے آفس جانا ہوگا۔" ان کے لہجے میں بے حد مٹھاس تھی۔ زارا کے ہاتھ مزید تیزی سے چلنے لگے۔

"زینب! مجھے ناشتا بنا دیں۔" اس نے اپنے مخصوص پرسکون لہجے میں بنا کسی کو مخاطب کیے ڈائریکٹ زینب سے کہا۔ چاچی کا چہرہ سبکی کے احساس سے سیاہ پڑ گیا تھا۔ زینب سر ہلاتی آگے بڑھی مگر چاچی نے ایک دفعہ پھر اس کا بازو پکڑ کر روک دیا۔

"ارے بیٹا! زارا بنا رہی ہے نا۔" ان کی بات

www.u...du

پر عمر نے پہلی دفعہ سر اٹھایا اور بغور انہیں دیکھا، پھر کہا۔

''زینب...... میرا ناشتا بناؤ۔'' وہ اب بھی چاچی کو ہی دیکھ رہا تھا جن کا رنگ بری طرح اڑ گیا تھا اس نے دوبارہ سر جھکا لیا، زینب نے زارا کے ہاتھ سے بیلن لے لیا جو اس نے مسکراتے ہوئے ہی زینب کو تھمایا تھا۔ یقیناً وہ اچھی لڑکی تھی۔ وہ بیلن تھما کر باہر چلی گئی جب کہ چاچی شرمندگی سے کچھ دیر کھڑی رہیں پھر باہر چل دیں جب کہ زینب بھی شرمندہ سی ناشتا بنا رہی تھی۔ اسے چاچی کا شرمندہ ہونا اچھا نہیں لگا تھا، بہر حال وہ بڑی تھیں مگر یہ بات عمر سعید کو کون سمجھائے۔ یہاں وہ ہی ہوتا تھا جو وہ چاہتا تھا اور بس......

☆❀☆

''بھوا ادھر آؤ ذرا۔'' وہ مغرب کی نماز اماں کے کمرے میں ادا کرتی تھی، آج بھی ادا کر کے جانے لگی تو ان کے پکارنے پر مڑی۔

''جی......'' وہ ان کے بیڈ پر ہی آ گئی۔

''عبدالستار نے باتوں ہی باتوں میں علی کے لیے کہا ہے۔'' اماں نے کہا تو وہ ناسمجھی سے انہیں دیکھنے لگی۔

''کیا کہا ہے؟'' وہ سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی، اماں سٹپٹائیں۔

''یہ لو...... سیدھی بات کی ہے' پھر بھی سمجھ میں نہیں آ گئی۔'' وہ گویا اس کی دماغی حالت پر شبہ کر رہی تھیں۔ زینب شرمندہ سی ہو گئی، واقعی اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

''عبدالستار اور عذرا چاہ رہے ہیں کہ علی کے لیے زارا یا سارہ میں سے کسی کو لے لیں۔'' اماں نے اب باقاعدہ ہاتھ نچا کے اسے سمجھایا تو اس کے منہ سے بے اختیار ''اوہ وہ وہ'' نکل گیا۔

''بتاؤ تم، کیا کہتی ہو؟'' اماں نے اب آگے کو ہو کے آہستہ سے پوچھا، وہ ایک دفعہ پھر حیران ہوئی۔

''میں...... میں کیا کہوں ہے؟'' اس کی آنکھیں پھیل سی گئیں جب کہ اس کے یوں کہنے پر اماں نے بے اختیار ہی سر پر ہاتھ مارا اور ناراض سی پیچھے کو ہو گئیں۔

''مانو...... بالکل ہی عقل سے پیدل ہو، ارے میں پوچھ رہی ہوں تمہاری کیا رائے ہے؟'' وہ اب تھوڑی ناراضی سے بول رہی تھیں۔

''میں کیا رائے دے سکتی ہوں اماں! علی بھائی سے پوچھ لیں اگر وہ کہیں اور انٹرسٹڈ نہیں ہیں تو کوئی حرج نہیں۔ زارا اور سارہ دونوں ہی اچھی لڑکیاں ہیں، باقی آپ کی مرضی۔'' اس نے گول مول سا جواب دیا۔

جواباً اماں نے لمبا سا ہمم م م م...... کہنے پر اکتفا کیا پھر ایک طویل سانس بھر کر اس سے مخاطب ہوئیں۔

''تم ذرا پوچھنا آج علی سے اور پھر عمر سے بھی پوچھنا۔'' اماں کے کہنے پر وہ زور سے اچھلی۔

''نن...... نہیں اماں! عمر سے آپ خود پوچھ لیجیے گا۔'' اسے صبح والا اس کا رویہ یاد آ گیا تھا۔ اماں نے جواباً گھور کے اسے دیکھا، وہ فوراً کھڑی ہو گئی۔

''او کے او کے...... میں ہی پوچھ لوں گی۔''

اسے اماں کے ہاتھوں ہونے والی پچھلی بار کی عزت افزائی بھی یاد آ گئی تھی، اس لیے مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق ـــــ اٹھ کے باہر آ گئی۔ ماں ہو یا بیٹا...... سہنا تو اسے ہی تھا۔

☆❀☆

ان آنکھوں کی مستی کے مستانے ہزاروں ہیں
ان آنکھوں سے وابستہ افسانے ہزاروں ہیں

وہ کمرے میں آئی تو وہ سگریٹ سلگائے ہمیشہ کی طرح ٹیپ ریکارڈ آن کیے چت لیٹا تھا۔ زینب' علی سے بات کر کے آئی تھی، جواباً اس کا سارا فیصلہ عمر پر چھوڑ دینے پر وہ عمر سے بات کرنے آئی تھی۔ علی

urdugem.com

لے اس سے کہا تھا کہ وہ کہیں بھی انٹرسٹڈ نہیں ہے، اگر عمر بھائی راضی ہیں ادھر تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ یہ کہتے ہوئے اس کا لہجہ شرارتی تھا۔ وہ مطمئن سی اندر چلی آئی۔

اسے کم گو اور سادہ سی زارا بہت اچھی لگی تھی حالانکہ سارا زیادہ ملنسار تھی مگر پھر بھی اسے پتا نہیں کیوں زارا زیادہ اچھی لگی تھی، رہی چاچی کی بات تو انہوں نے تھوڑی آنا تھا۔ بیٹی کے ساتھ بیاہ کے، اگر یہ رشتہ ہو جاتا تو کوئی مضائقہ نہ تھا۔

اس شمع فروزاں کو آندھی سے ڈراتے ہو
اس شمع فروزاں کے پروانے ہزاروں ہیں

مغنیہ گنگنا رہی تھی اور وہ مسلسل سگریٹ پھونک رہا تھا۔

''عمر۔'' اس نے بیڈ کی دوسری طرف پر بیٹھ کر آہستہ سے پکارا۔

''ہوں۔'' اس نے سنجیدہ لہجے میں بغیر چونکے کہا۔

''ایک بات کرنی ہے آپ سے۔'' اس نے ہاتھوں کی انگلیاں مروڑتے ہوئے کہا۔

''کریں۔'' اس کے سکون میں کوئی فرق نہ آیا' وہ اب تیسری سگریٹ سلگا رہا تھا، زینب نے ہونٹ بھینچ لیے۔

''کیا آپ اسے دومنٹ کے لیے بند نہیں کر سکتے۔'' اس کے منہ سے بے اختیار ہی نکل گیا تھا۔ جواباً اس کے لائٹر جلاتے ہاتھ ایک لمحے کے لیے رکے، اگلے ہی لمحے اس نے بڑے سکون سے سلگایا اور اس کی اس حرکت پر وہ غصے سے سرخ ہو گئی تھی یعنی کہ حد ہو گئی۔

اس کے اندر کی خودسر زینب ایک بار پھر جاگ گئی تھی، علی، سارا، چاچی...... وہ سب بھول گئی اور سے آگے ہو کر اس نے سگریٹ اس کے ہاتھ کھینچ کر بازو پیچھے کر لیا جب کہ عمر اس کی اس حرکت پر اسے آگ برساتی نظروں سے دیکھ رہا تھا،

مگر اس نے باز آ گے نہیں کیا تھا، وہ ڈٹ گئی تھی۔

''یہ دے دیں مجھے۔'' آنکھوں کے برعکس لہجہ بلا کا پرسکون تھا۔

''پہلے میری بات سنیں۔'' وہ بے خوفی سے بولی۔ وہ کھول کے رہ گیا تھا۔

''زینب۔'' اس کا لہجہ تنبیہی تھا، دھمکاتا ہوا وہ سر جھکا گئی تھی مگر سگریٹ ابھی بھی اس کے ہاتھ میں دبا تھا۔ اگر وہ ضدی تھا تو پھر اس نے ابھی زینب فاطمہ کی ضد بھی نہیں دیکھی تھی، چلو آج دیکھ ہی لے۔

''آئی سیڈ...... واپس کریں۔'' وہ اب ایک ایک لفظ چبا رہا تھا، سکون ختم ہو رہا تھا۔ زینب نے آہستہ سے سگریٹ والا ہاتھ آگے کیا اور اسے واپس کرنے کے بجائے اپنے ہونٹوں سے لگا لیا، دوسرے ہی لمحے اس کے حلق سے چیخ نکل گئی تھی۔

''اوہ مائی گاڈ......'' سب کچھ اتنا اچانک ہوا تھا کہ وہ اسے روک ہی نہیں سکا اور اس کے ہونٹ جلنے پر وہ ہوش میں آیا۔ ایک جھٹکے سے اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور دوسرے ہاتھ سے اس سے سگریٹ چھیننی چاہی مگر اس نے مٹھی بند کر لی تھی۔ ہتھیلی بھی ہونٹوں کی طرح جل اٹھی تھی، تکلیف کے مارے اس کی آنکھوں سے متواتر پانی بہہ رہا تھا، دانت اس نے اتنی سختی سے ہونٹوں پر جمائے ہوئے تھا کہ خون رسنے لگا تھا۔ سگریٹ بند مٹھی میں بجھ چکی تھی۔ جب کہ وہ حیران سا ماؤف دماغ کے ساتھ اسے دیکھ رہا تھا اور وہ بہتی آنکھوں کے ساتھ ان بے تاثر آنکھوں میں لکھی حیرانی کی تحریر پڑھ رہی تھی۔

کتنی خواہش تھی کہ وہ ان آنکھوں میں کبھی کوئی تاثر دیکھے تو ثابت ہوا عمر سعید! تمہیں پڑھنے کے لیے مجھے ہر بار خود کو تکلیف دینی ہو گی۔ وہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔

ان آنکھوں کی مستی کے مستانے ہزاروں ہیں
ان آنکھوں سے وابستہ افسانے ہزاروں ہیں

www.urdu

کمرے میں — یہ ہی آواز گونج رہی تھی، وہ کچھ لمحے بے بس سا اسے دیکھے گیا پھر بہت شدت سے اپنے ساتھ لگا لیا۔

''پاگل ہیں آپ؟'' لہجہ پرسکون — اور آنچ دیتے جذبوں کی شدت لیے ہوئے تھے۔

خول اتر رہا تھا، وہ بند آنکھوں کے ساتھ مسکرائی تھی جب کہ وہ ہر چیز بھلائے بس مرہم رکھ رہا تھا پوری شدت کے ساتھ، پورے جذبوں کے ساتھ۔

☆❁☆

اگلی صبح اس کے لیے ہر لحاظ سے خوش گوار تھی اور اس خوش گواریت میں مزید اضافہ علی اور منزہ کو گھر میں دیکھ کر ہوا تھا۔ وہ آگے پیچھے ہی آئے تھے، شاید ان کے آنے کی خوشی تھی یا کچھ اور بات تھی آج تو عمر سعید نے بھی چھٹی کر لی تھی۔

''مری سے تو میں ہو کے آئی ہوں لیکن نکھری ہوئی آپ ہیں۔'' منزہ شرارت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ کھلکھلا کر ہنسی، اندرونی خوشی پھوٹ پھوٹ کے چہرے سے عیاں ہو رہی تھی۔

''خیر تو ہے' بڑی خوش ہیں؟'' اس نے آنکھیں گھمائیں۔

''ہاں ناں...... بہت خوش......'' اس نے ہونٹ کا ایک کونا دباتے ہوئے مسکراہٹ دبائی۔

''دراصل میں مس کر رہی تھی تمہیں، شکر ہے تم آ گئیں۔ اس لیے میں خوش ہوں۔'' وہ دانستہ بات بدل گئی تھی۔

''السلام علیکم! یا اہلیان کچن۔'' علی کی آواز پر وہ دونوں چونکیں۔

''وعلیکم السلام! جیتے رہیں۔'' اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ وہ وہیں کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا تھا۔

''عمر بھائی چلے گئے آفس؟'' علی نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ عمر کے نام پر اس کی دھڑکن ایک لمحے کے لیے تیز ہوئی، بے اختیار ہی اس نے ہتھیلی بھیگتی محسوس کی۔

''آج وہ نہیں گئے...... میں نے جگایا تھا اور آپ دونوں کے آنے کا بھی بتایا، کہنے لگے نہیں جانا آج۔ پھر دوبارہ سو گئے۔'' اس نے جلی ہوئی ہتھیلی پر دوسرا ہاتھ پھیرتے ہوئے جواب دیا۔

''خیر، آپ ملے سارہ سے؟'' اس کو یک دم جیسے یاد آیا، علی بے اختیار مسکرایا۔

''ہاں جی۔'' اس کے لہجے میں پسندیدگی کا تاثر تھا۔

''اچھی ہے ناں؟'' وہ پُرجوش ہوئی' علی اس کا جوش دیکھ کر ہنس پڑا۔

''بھابھی! میں نے پہلے بھی دیکھا ہوا ہے، میری کزن ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ کئی سالوں بعد دیکھا ہے تو فرق تو آیا ہے اور......'' وہ کہتے کہتے رکا۔

''اور......؟'' وہ دونوں آگے کو ہو گئیں۔

''اور یہ کہ واقعی اچھی ہے، اب آپ فائنل کر لیں بس۔'' اس نے مسکراہٹ چھپاتے ہوئے کہا، ان دونوں کے منہ سے بے اختیار ''یاہو'' نکلا تھا۔

''خدا کی مار...... پھر سے چھپکلی آ گئی ہو گی، بس آج کل کی لڑکیاں بھی ناں۔ یہ اتنی اتنی سی چیز دیکھ کر ڈر جاتی ہیں۔'' اماں ان کا نعرہ سن کر ہڑبڑا اٹھی تھیں اور قیاس آرائی کر رہی تھیں۔

''ارے بہو! یہ عمر نہیں اٹھا، طبیعت تو ٹھیک ہے اس کی۔'' انہوں نے وہیں سے آواز لگائی۔

''جی اماں! ٹھیک ہیں، رات کافی دیر تک کام کرتے رہے، اس لیے آج نہیں گئے۔'' اس نے ناشتا سامنے رکھ کر انہیں تسلی دی، چاچا اور چاچی بھی ادھر ہی آ گئے تھے۔

''بات کی تُو نے عمر سے؟'' اماں کا لہجہ ان کے آتے ہی سرگوشیانہ سا ہو گیا تھا۔

''اماں وہ...... وہ...... وہ مصروف تھے رات، اب کرتی ہوں۔ ویسے علی بھائی اپنی رضامندی دے

ugem.com

چکے ہیں۔'' اس نے اپنے تئیں اماں کو مطمئن کیا۔
''ہونہہ...... خیر عمر سے بات کر کے بتانا۔''
اماں نے ہنکارا بھر کے ناشتا شروع کر دیا اور وہ بھی دل ہی دل میں عمر سے بات کرنے کا ارادہ کر کے کچن میں آ گئی۔ جہاں سارہ اور منزہ پہلے سے موجود تھیں۔ علی برآمدے میں کھڑا اُدھر ہی دیکھ رہا تھا، اس کے دیکھنے پر جھینپ کر رہ گیا۔

☆❁☆

ناشتے کی ٹرے اس نے صوفے کے سامنے ٹیبل پر رکھ کے آئینے کے سامنے کھڑے بال بناتے عمر کو دیکھا۔ خواہ مخواہ ہی اتنا تردد کیا جا رہا تھا حالانکہ اس کے سنہری بال کبھی بھی سیٹ نہیں ہوتے تھے، اس کی طرح ہر وقت الجھے سے رہتے تھے۔ وہ پھر سے کھو گئی تھی، بال بنا کے وہ مڑا تو وہ ہوش میں آ گئی۔
''یہ...... ناشتا......'' وہ خواہ مخواہ ہی نروس ہونے لگی حالانکہ وہ بالکل پرسکون تھا۔
''آ جائیں آپ بھی۔'' عمر نے ہاتھ پکڑ کر اسے بھی بٹھا لیا تھا۔ وہ دھڑ دھڑ کرتے دل کے ساتھ اس عنایت پر حیران ہوتی ادھر ٹک گئی اور نظریں اس کی مخروطی انگلیاں پر ٹھہر گئیں۔ بڑے آرٹسٹک ہاتھ تھے، ہاتھوں سے نظر اب کلائیوں پر تھی، دائیں کلائی پر بھی بلیک رسٹ واچ، اس سے کچھ اوپر ہمیشہ کی طرح فولڈ کی ہوئی آستینیں......
''میں کھلا دوں؟'' عمر کی آواز پر وہ بوکھلا کر رہ گئی۔
''نن...... نہیں...... میں لے رہی ہوں ناں۔'' اس نے شرمندگی سے سر جھکا کر کہا اور دل ہی دل میں خود کو سرزنش کرتی تیزی سے لقمہ توڑنے لگی۔
''کچھ کہنا ہے؟'' آج اس کا لہجہ بے حد نرم تھا۔ بہت آہستہ سے ٹشو سے ہاتھ صاف کر کے اس نے دوبارہ اس کا جلا ہوا ہاتھ تھام لیا، زینب کا دل پھر سے رفتار پکڑنے لگا۔
''سوری...... آئندہ نہیں ہوں گا مگر آپ کے سامنے۔''
وہ دکھ سے اس کی ہتھیلی دیکھ رہا تھا پھر اس کی طرف دیکھا جو دھڑکتے دل کے ساتھ خوشی سے کانپ سی رہی تھی گویا وہ معنی رکھتی ہے۔ اس کی تکلیف، اس کی بات عمر سعید کے لیے معنی رکھتی ہے، اہمیت رکھتی ہے۔ اس نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں، وہ پوری شدت سے ان لمحوں کو محسوس کرنا چاہتی تھی، کیا ہوا جو وہ کہتا نہیں تھا۔ ہر بات کہنے کی بھی نہیں ہوتی، لمحوں میں اس نے خوش فہمیوں کے جال بُن لیے تھے۔ کیا جادو تھا اس شخص کے پاس، وہ چھڑی گھماتا تھا اور وہ خوش ہو جاتی تھی۔ اس کے سحر میں جکڑی جاتی تھی، اگر یہ جان جائے کہ کتنی پاگل ہوں میں اس کے لیے......
''اپنے ہونے پر فخر کرو تم عمر سعید! اگر تمہیں علم ہو جائے کہ کوئی تمہیں اتنا چاہتا ہے اور پوجتا ہے۔ تمہارے ایک نرم فقرے پر پگھل جاتا ہے۔'' وہ پہنچ گئی تھی اپنی دنیا میں۔
''زینب!'' عمر کے مسکراتے لہجے پر اس نے بمشکل تھوک نگل کر اپنی شرمندگی چھپانا چاہی، کیا کہتے ہوں گے، پاگل ہے یہ لڑکی۔
''کوئی بات کرنی ہے آپ کو؟'' اس کے پوچھنے پر اس نے بے اختیار ہی ماتھے پر ہاتھ مارا۔
''ہاں جی...... کرنی تو ہے۔'' اس نے اثبات میں سر ہلایا اور بات یاد کر کے وہ پھر سے پرجوش ہو گئی تھی۔
''سارہ ہے ناں اپنی، اماں چاہتی ہیں علی بھائی کے لیے مانگ لیں۔ ان فیکٹ چاچی بھی چاہتی ہیں اور علی بھائی کو بھی اعتراض نہیں۔ اماں کہہ رہی تھیں کہ آپ سے پوچھ لوں تو فائنل کر دیں۔'' وہ جوش سے کہتی ہوئی اسے دیکھ رہی تھی جو بالکل خاموشی سے سُن رہا تھا۔
''میں تو کہتی ہوں چاچی کے جانے سے پہلے ہی فائنل کر دیتے ہیں، ٹھیک ہے؟'' اس نے تائید

www.urdu

چاہی۔

''اس کی ضرورت نہیں، علی کے لیے لڑکیوں کی کمی نہیں جو چاچی کی بیٹی یہاں آئے۔ اس بات کو یہیں ختم کردو۔'' اس نے بے تاثر لہجے میں قطعیت سے کہا۔ زینب سُن سی بیٹھی رہ گئی، اس کی بات پر پھر اس کے کھڑے ہونے پر ہوش میں آئی۔

''مگر علی بھائی اور اماں راضی ہیں، سارہ بہت اچھی لڑکی ہے' آپ ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں؟'' وہ تیزی سے اس کے پیچھے لپکی۔

''بس......'' نرمی غائب ہوگئی تھی لہجے سے۔

''کون راضی ہے کون نہیں، ڈزنٹ میٹر...... میں نے کہہ دیا نہیں تو نہیں...... دیٹس فائنل۔'' اس کے لہجے میں اب تحکم تھا۔

''وائے ڈزنٹ میٹر...... شادی علی کی ہونی ہے، جب اسے کوئی اعتراض نہیں تو آپ کیوں اعتراض کررہے ہیں۔'' وہ بحث پر آ گئی تھی۔

عمر نے مڑ کر ایک نہایت سرد نظر اس پر ڈالی، اس کے پورے وجود میں سردی لہر دوڑ گئی۔ وہ بے اختیار ہی ڈر کے پیچھے ہوگئی۔

''مجھے بحث کرنے والی اور آگے سے تڑتڑ جواب دینے والی عورتیں بالکل پسند نہیں ہیں۔'' اس نے ناگواری سے کہا، وہ چپ چاپ سر جھکا کر رہ گئی۔

''میری پیکنگ کردو، مجھے دس بارہ دن کے لیے سندھ جانا ہے، امپورٹنٹ ہے اور......'' وہ کہتے کہتے رکا، زینب نے سر اٹھایا۔

''آئندہ یہ بات میں دوبارہ نہ سنوں...... اس گھر میں چچا کی بیٹی کے علاوہ ہر عورت آسکتی ہے، مگر وہ نہیں۔'' غصے سے کہتا ہوا وہ سگریٹ کی ڈبیہ اٹھاتا باہر چلا گیا تھا اور بوجھل دل کے ساتھ وہ وہیں کھڑی رہ گئی۔

☆۞☆

وہ نم آنکھوں اور دھڑکتے دل کے ساتھ علی کو سارہ کی انگلی میں انگوٹھی پہناتے دیکھ رہی تھی۔ یہ اس کا دل جانتا تھا کہ وہ کیسے لرز رہی ہے اندر سے۔ عمر سعید کے اس رات سندھ جانے کے بعد علی نے بے تابی سے اس سے پوچھا تھا کہ آیا اس نے عمر سے بات کی یا نہیں۔

''بھابھی! آپ نے بات کی، میں چاہتا ہوں جلدی فائنل ہو سب، کہیں چاچا' چاچی کسی اور جگہ نہ بات کرلیں اس کے لیے۔'' علی کے لہجے کی بے تابی پر وہ دوبارہ سُن ہوگئی تھی۔ اس کے لیے سمجھنا مشکل نہیں رہا تھا کہ وہ کتنا سیریس ہوگیا ہے اور پھر اس رات اس نے زندگی کا سب سے مشکل فیصلہ کیا۔

''اماں! عمر کہہ رہے تھے انہیں کوئی اعتراض نہیں، بات پکی کردیں۔ کہہ رہے تھے ان کا انتظار نہ کریں اور نہ ہی انہیں فون کرکے جلدی آنے کا کہیں، وہ بہت مصروف ہوں گے۔'' اس کے کہنے پر پورے گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی گوکہ اماں عمر کے بغیر رسم کرنے پر ہچکچا رہی تھیں مگر اس نے......

''عمر کہہ رہے تھے'' کی رٹ لگا کر اماں کو منا ہی لیا۔ وہ جانتی تھی عمر کی فیملی میں ''بات پکی ہوجائے'' تو کبھی بھی ختم نہیں ہوتی۔ منگنی چھوڑنا بہت ہی برا سمجھا جاتا تھا اور آج اس کو گئے آٹھ دن ہوگئے تھے اور رسم ہورہی تھی۔ دو دن بعد اسے آجانا تھا اور پھر...... پھر نجانے میرے ساتھ کیا ہوگا، سوچ سوچ کر اس کی جان نکل رہی تھی مگر چہرے پر مسکراہٹ سجائے وہ علی اور سارہ کے چہرے پر پھیلی مطمئن مسکراہٹ دیکھ رہی تھی، چاچا' چاچی کے شرمندہ سے چہرے، اماں کا پرسکون چہرہ، عائشہ اور منزہ کی کھلکھلاہٹیں...... اتنے سارے رشتوں کے لیے کچھ تو کھونا پڑتا ہی ہے۔

چلیں' آپ کی نظروں میں میرا مقام — نہ سہی۔ اس نے آنسو پیتے ہوئے خیالوں میں اسے مخاطب کیا اور سر کرسی کی پشت سے ٹکا دیا۔

☆۞☆

واٹس ایپ فیملی گروپ میں عائشہ نے فنکشن

ugem.com

کی ساری تصاویر اپ لوڈ کر کے علی اور سارہ کو بیسٹ وشز دی تھیں اور اوپر سے سارہ کو ایڈ کر کے گویا جلتی پر تیل کا کام کیا۔ وہ بوکھلائی سی تصویریں دیکھ رہی تھی، اس گروپ میں عمر بھی ایڈ تھا، یہ پہلو تو اس کے ذہن میں ہی نہیں رہا تھا۔ ٹھیک آدھے گھنٹے بعد "عمر کالنگ" دیکھ کر اس کا دل حقیقی معنوں میں اچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔ اس وقت تو بڑی دلیری دکھا رہی تھی، اب سرد ہوتے ہاتھوں کے ساتھ اس نے ریسیور کان کو لگایا۔

"کرلی آپ نے اپنی مرضی..... مل گیا سکون..... انس اور ناؤ۔" کال اٹینڈ کرتے ہی اس کا برف لہجہ اسے اس برف میں دفن کرنے لگا، اس سے ایک لفظ بھی نہ بولا گیا۔

"مجھے لگا تھا ساری دنیا ایک طرف ہو جائے..... زینب فاطمہ میرے ہی پیچھے کھڑی ہوگی، میرے ساتھ۔" اب اس کے لہجے میں اذیت تھی، وہ تڑپ اٹھی۔

"خیر آپ نے بھی ثابت کر کے دکھایا کہ میری بات کی آپ کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں، الٹا میری طرف سے ہاں بول کے آپ نے میری ذات کی ہی نفی کر دی۔ اس لیے آئندہ آپ مجھ سے کبھی بھی کوئی امید نہ رکھیے گا۔ آپ کی عزت میں رکھ لی ہے اماں کے آگے کہ ہاں میں نے ہاں بول دی تھی مگر آج کے بعد آپ میرے لیے ایک اجنبی کے سوا کچھ نہیں۔" فون کٹ چکا تھا اور وہ پتھرائی سی کھڑی تھی بالکل ساکت۔

"زینب فاطمہ میرے پیچھے کھڑی ہوگی مگر نہیں۔"

اس کے لہجے میں مان ٹوٹنے کی اذیت تھی، زینب نے دونوں ہاتھوں سے بے اختیار اپنا منہ ڈھانپ لیا تھا۔

"آج کے بعد آپ میرے لیے ایک اجنبی کے سوا کچھ نہیں۔"

بہت آہستہ سے جان اس کے وجود سے نکلی تھی۔ ان چار ماہ میں اس نے کبھی اسے اتنا تلخ بولتے ہوئے نہیں دیکھا تھا، وہ اسے دیکھ کر خود سے بھی اجنبی ہو جاتی تھی اور آج اس کے لیے ہی اجنبی تھی۔

"تو کیا..... وہ..... وہ مجھے چھوڑ دیں گے..... نہیں.....؟" وہ کانپ اٹھی۔

"عمر بھائی کی ضد اور غصہ اللہ کسی دشمن کو بھی نہ دکھائے۔ وہ غصے میں کچھ بھی کر دیتے ہیں۔" عائشہ کی کہی ہوئی بات اسے یاد آ گئی۔

"نہیں..... پلیز نہیں..... یہ..... یہ نہیں ہو سکتا..... نہیں.....؟" اس کے حلق سے چیخیں نکلتی چلی گئی تھیں اور اگلے ہی لمحے وہ لہرا کر وہیں گر گئی تھی۔

☆❁☆

کسی نے کانٹا تھا یا شاید کچھ باریک سا اس کے بازو پر چبھا تھا، اس کے ذہن پر چھائی تاریکی سمٹنے لگی۔ لاشعور سے شعور میں آتے ہوئے اس نے بمشکل بھاری ہوتی آنکھیں کھولیں، اور دھندلی سی نظروں سے دیکھا، وہ ہسپتال میں تھی شاید، بے اختیار ہی اسے کچھ یاد آیا تو ساری حسیات بیدار ہو گئی تھیں۔

"عمر....." وہ تڑپ کر اٹھی، اماں اور عائشہ

www.urdu

تیزی سے اس کی طرف مڑے۔
''میری بچی......'' اماں نے فوری اسے ساتھ لگایا۔
''شکر ہے تجھے ہوش آ گیا۔'' وہ اس کا ماتھا چوم رہی تھیں۔ ''ہماری تو جان نکل گئی تھی۔'' انہوں نے اس کا منہ چوما۔
''اماں......'' وہ سسک اٹھی۔ ''عمر......'' اس نے ہچکی لی۔
''اماں......عمرا'' رونے کی وجہ سے کوئی لفظ منہ سے نہیں نکل رہا تھا۔ اماں نے آہستہ سے اسے پیچھے ہٹایا۔
''یہ کھڑا عمر......کر لے حساب کتاب......میں تو بعد میں ہی نپٹوں گی اس سے۔'' وہ سکون سے کہہ کر عائشہ کو لیتی باہر چلی گئیں جب کہ وہ ساکت' خوف زدہ سی اسے دیکھ رہی تھی جو سر جھکائے کھڑا تھا۔ پھر آہستہ سے اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا، اس نے گھبرا کر آنکھیں بند کر لیں۔
''مجھے مت چھوڑیں پلیز......میں کبھی آپ کی حکم عدولی نہیں کروں گی، کبھی ناں نہیں کروں گی، آپ......آپ بے شک مجھے کبھی نہ بلایئے گا مگر میرے سامنے رہیں، مجھے دور نہ کریں......'' وہ ہچکیاں لے رہی تھی، اسے کھو دینے کا خوف ایسا تھا کہ اس کی جان واقعی نکل رہی تھی۔
''زینب! کیا ہو گیا ہے آپ کو؟'' وہ بولا، اس کے لہجے میں عجیب سی بے بسی تھی۔ ''میں بھلا چھوڑ سکتا ہوں آپ کو؟'' وہ اپنے فیصلے سنانے والا اس سے پوچھ رہا تھا۔
''چھوڑ دیں گے آپ......آپ کو میں اچھی ہی نہیں لگتی۔'' وہ سسکی۔
''کس نے کہا اچھی نہیں لگتیں؟'' لہجہ بہت نرم تھا۔
''کوئی بات نہیں مانتے آپ میری۔'' شکوے شروع ہو گئے تھے۔
''آپ کی ہی تو مانتا ہوں......منوا لیتی ہیں آپ۔'' اس کا گمبھیر لہجہ آنچ دے رہا تھا۔
''کبھی رو کے، کبھی خود کو تکلیف میں ڈال کے۔'' وہ بے بسی سے کہہ رہا تھا۔
''جان گئی ہیں ناں کہ آپ کے آنسو تکلیف دیتے ہیں مجھے، اس لیے رو کر منوا لیتی ہیں۔ آپ کی تکلیف پر تکلیف ہوتی ہے، اس لیے منوا لیتی ہیں۔'' وہ ہارے ہوئے لہجے میں اس پر جھکا، زینب کی سانسیں الجھنے لگیں۔ وہ بے یقین سی پوری آنکھیں کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔
''مگر یہ آخری بار ہے، سنا آپ نے۔'' اس نے ماتھے پر مہر ثبت کی اور ساتھ ہی تنبیہ کی۔ وہ آنکھیں موندے دل کی دھڑکن سنبھال رہی تھی۔
''آئندہ ویسے ہی منوا لیجیے گا...... یہ طریقہ چھوڑ دیں اب۔'' وہ اب جلی ہوئی ہتھیلی جو کافی ٹھیک ہو چکی تھی ــــ دیکھ رہا تھا۔
''مجھے لگا چچا چچی نے ماضی میں جو کیا ہمارے ساتھ، ہم بھی بدلہ لیں گے مگر اماں نے ہمیشہ ہمیں سکھایا تھا کہ اپنا ظرف بڑا کرو اور دیکھیں ذرا۔ میں کم ظرف بن کر ان جیسا ہی ہونے لگا تھا، غصے میں، میں نے سوچا ہی نہیں کہ مجھ میں اور ان میں فرق ہونا چاہیے کیونکہ میری ماں کی تربیت یہ ہی ہے۔'' وہ شرمندہ سا کہہ رہا تھا، زینب نے بے اختیار مسکراہٹ چھپائی۔
''آپ راضی ہیں ناں اب؟'' وہ پُرجوش ہوئی۔
''آپ نے راضی کر لیا ہے۔'' وہ مسکراتے ہوئے پھر سے جھکا جب کہ وہ دھڑکنیں سنبھالتی سرخ ہو کر آنکھیں بند کر گئی اور دل میں اللہ کا شکر ادا کرنے لگی جس نے اسے پھر سے نواز دیا تھا۔ اس کی اوقات سے بڑھ کر۔
زندگی بس اسی کا نام ہے کہ رشتوں کی نازک ڈور کو سنبھل کر تھامنا ہے اور پھسلنے بھی لگیں تو بھی ڈرنا نہیں ہے۔ صحیح جگہ پر اپنے قدم جمانے کی کوشش کرنی ہے اور بس پھر تو اللہ تھام لیتا ہے۔

☆

urdugem.com